Al-Qawārīr - Vol: 06, Issue: 03,
April-June 2025

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
Journal.al-qawarir.com

قوامیتِ رجال: اسلامی تصور، معاشرتی نظم واستحکام کا فکری و تحقیقی جائزہ

Qawamiyyat al-Rijal: An Islamic Perspective and Analytical Study on Social Order and Stability

Dr. Noreen Butt

Assistant Professor, Department of Arabic and Islamic Studies, Government College Women University, Sialkot, Pakistan.

Sana Butt

Lecturer, Government College Women University, Sialkot, Pakistan.

ABSTRACT

Allah Almighty is not only the Creator of all creation, but also their Lord and the Master of this universe. He has made each creature part of a collective system along with its individual existence. For its life and survival, the entire systems of the universe are interconnected. It is as if the well-being and safety of entire system of time requires discipline and centralization among all of them. Each component is part of a whole and is integrated, functional, and active with its other components, while a center has organized and regulated this system, everything from the rotation of the sun and moon to the human body is subject to the same law of nature. Just as if the planets were freed from the sun's gravity, this solar system would become a cause of destruction for other systems of nature. Similarly, if the individuals of human societies and social institutions become autonomous, the social system would begin to decline and perish. Freedom from the influence of the center will seem like a temporary and apparent success for it, but it will be a deadly poison for its establishment and survival. Just as for the health and safety of a human being, all the organs must be subordinate to the brain. For a happy human society, the order and coordination of its institutions and individuals is essential, which depends on the connection of individuals to a center. Therefore, in the system of life that Allah Almighty has given in the form of the religion of Islam, He has made special provision for this, no matter what area of life, individuals have been connected to each other and the best person has been made responsible by making him its supreme administrator so that no one can violate anyone's rights or allow them to do so. Thus, by placing the burden of responsibility on this capable person, the weak have been made worry-free. In view of this principle, when we look at

CC BY

Islamic society and its institutions, we find men as guardians and maintainers. Allah did not make them rulers, but made them the guarantors of the establishment and survival of women and the weak, and the means of regulating social life.

Keywords: *Islamic Social Order, Qawāmiyyat al-Rijāl, Law of Nature, Divine System, Social Responsibility*

تعارفِ موضوع

قوامیتِ رجال کا تصور صرف مرد کی بالادستی، حاکمیت اور شرف ہی نہیں بلکہ اس میں ذمہ داری و مسؤلیت بھی شامل ہے، قوامیت کے اسلامی تصور میں مرد و عورت کی باہمی ذمہ داریوں اور حقوق کا توازن، امر بالمعروف کا پہلو اور مقاصدِ شریعہ کا حصول شامل ہے۔ مرد کے ذمے معاملاتِ خانہ میں رہنمائی اور اہلِ خانہ کی حفاظت و کفالت کے ساتھ ان کو پر سکون اور مہذب ماحول فراہم کرنا جب کہ عورت اولاد کی پرورش وتربیت پر معمور ہونے کے ساتھ گھر کی ناظم اور شوہر کی مشیر ہے۔ مرد وزن جب اپنے دائرہ اختیار میں سرگرمِ عمل ہوں تو ایک منظم معاشرہ وجود میں آتا ہے جب مرد اپنے فرائض عدل اور رحمدلی سے پورا کریں اور عورت کے حقوق کی مکمل پاسداری ہو اور عورت خواہ بہن ہو، بیٹی ہو یا بیوی اللہ کی متعین کردہ حدود کے اندر گھر کی ریاست کے انتظام میں فکر سے آزاد ذہن سے اپنا کردار ادا کرے تو نا صرف وہ گھر دار السکون ہو گا بلکہ اس کے اثرات پورے اجتماعی نظم پر مرتب ہوں گے۔ اسی طرح معاشرے کا ہر فرد اپنے کردار کو بہتر طور پر نبھائے تو ایک متوازن اور منظم معاشرہ قائم ہو سکتا ہے، جہاں امن وعافیت، اخلاقیات، عدل اور معاشرتی ہم آہنگی کا بول بالا ہو۔

اہمیت:

دنیا کا کوئی بھی ادارہ یا کوئی بھی تنظیم کسی ناظم یا سربراہ کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ کسی بھی ادارہ کو چلانے کے لیے ایک سربراہ یا نگران کی ضرورت ہوتی ہے جو دیگر۔ اسی طرح خانگی زندگی کے ادارے یعنی خاندان کا بھی سربراہ ہونا لازمی ہے۔ اس ادارے کی سربراہی مرد کو سونپی گئی ہے۔ جس کا سبب قرآن میں ان کی معاشی ذمہ داری کو قرار دیا گیا ہے ارشادِ ربانی ہے

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِم﴾[1]

"مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس فضیلت کی بنا پر جو اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر عطا کی ہے اور اس بنا پر کہ وہ ان پر (مہر ونفقہ کی صورت میں) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔"

آج جب انسان مادی ترقی کی بلندیوں کی طرف بہت تیزی سے گامزن ہے اس کے پہلو بہ پہلو معاشرتی انتشار، اخلاقیات کی تنزلی اور معاشرتی اقدارِ حسنہ کی پامالی بھی عروج پر ہے اس اعتبار سے اسلام کے قوامیت رجال کے تصور کی وضاحت اور اس کو اجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

مقاصد تحقیق

1۔ قوامیت رجال کے درست مفہوم تک رسائی

2۔ نظمِ معاشرہ سے قوامیت رجال کے ربط کا بیان

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

بے شک قوامیتِ رجال اور نظمِ معاشرہ پر الگ الگ بے شمار کتب لکھی گئی ہیں، جن میں ان موضوعات پر سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ ان میں سے بعض کا ذکر حسبِ ذیل ہے:

* ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کی کتاب "مرد کی قوامیت"، عبد الرحمٰن کیلانی کی کتاب "مُساواتِ مرد و زن"، " اِنسانی حقوق اسلامی تعلیمات کی روشنی میں "کیوں اور کیسے ؟

اور ان جیسی دیگر کتب میں قوامیتِ رِجال کا مضمون تو مفصل ہے لیکن نظمِ معاشرہ میں اس کی اہمیت کے بیان سے خالی ہے۔

اسی طرح نظمِ معاشرہ کے موضوع پر لکھی گئی کتب میں بھی سماجی تعلیمات کے بارے میں کافی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ مثلاً

* محمد بشیر کی کتاب "اصلاحِ معاشرہ"، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی کتاب "معاشرتی نظام"، مفتی ڈاکٹر محمد کریم خان کی کتاب "اسلام کا معاشرتی نظام"، مولانا مفتی ابو القاسم نعمانی کی "اصلاحِ معاشرہ اور ہماری ذمہ داریاں"۔

ان تمام کتب میں اول تو نظمِ معاشرہ کی سماجی تعلیمات اور قوامیتِ رِجال کے متعلق اسلامی تعلیمات کو اجمالاً بیان کیا گیا ہے، اور نظمِ معاشرہ میں مرد کی قوامیت کے کردار و تاثیر کا بیان واضح نہیں مزید بر آں ان تمام کتابوں کا اندازِ بیاں تحقیقی کی بجائے معلوماتی ہے۔ چنانچہ اس آرٹیکل میں قوامیتِ رِجال اور نظمِ معاشرہ کے باہمی ربط کا تحقیقی جائزہ قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ پیش کیا جائے گا، قبل ازیں قوّامیت کا مفہوم واضح کیا جارہاہے تاکہ نظمِ معاشرہ سے اس کا تعلق اور اس کی اہمیت کو سمجھا جا سکے۔

قوّامیت کا معنٰی و مفہوم

" قوامیت " عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ **ق-و-م** ہے، اس کا مطلب ہے ذمہ داری، نگرانی، یا سربراہی کرنا۔ قوّام کا لفظ اسی سے مشتق ہے جو سورہ نساء میں مردوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ عربی لغات اور تفاسیر میں قوامیت کا ذکر خاص طور پر مرد کی ذمہ داری کے طور پر کیا گیا ہے۔ کہ وہ اپنے خاندان خصوصاً خواتین کی فلاح، کفالت اور حفاظت کا ذمہ دار ہے جیسے لسان العرب میں مادہ "ق-و-م" کے تحت اس کے معنٰی محافظت و اصلاح بتایا ہے[2] اور سورہ النساء کی مذکورہ بالا آیت کو بطور دلیل پیش کیا گیا ہے، اسی بحث میں آگے چل کر مزید وضاحت کرتے ہیں کہ مرد عورتوں کے معاملات کے کفیل ہیں وہ لکھتے ہیں، "**الرجال متكفلون بامور النساء**[3]"

امام راغب اصفہانی "المفردات" میں قوام کے معنی یوں لکھتے ہیں

> **القوام اسم لما يقوم به الشيء أي يثبت كالعماد والسناد لما يعمد ويسند به**[4]
>
> یعنیٰ قوام وہ شے ہے جس سے کوئی چیز قائم و مضبوط رہتی ہے جیسے کسی عمارت کے ستون اور بنیادیں اس کو قرار بخشتی ہیں۔

عربی میں جب لفظ قام علی کے صلہ کے ساتھ آئے تو نگرانی، تولیت اور محافظت کا معنٰی دیتا ہے اور یہ سب بالا دستی سے ملزوم ہے[5] قرآن میں وارد لفظ قوّامون کو عوامی سطح پر عمومی طور پر حاکم سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کی بالادستی کو زبردستی سمجھا جاتا ہے جب کہ اہلِ لغت کے مندرجہ بالا اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ مرد کو اللہ نے عورتوں کی صیانت و کفالت اور اصلاح کی ذمہ داری سونپی ہے اور وہ اس مقصد کے لئے ان کے ولی و نگران ہیں کیونکہ قوامیت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مفہوم بھی شامل ہے تاکہ خاندانی نظام ہی نہیں بلکہ معاشرتی نظام بھی صحت اور امن و سلامتی کے ساتھ چل سکے، کیونکہ معاشرے کی عمارت کی بنیادی اکائی خاندان ہی ہے اگر ہر اینٹ صحیح و سالم ہوگی تو عمارت بھی متناسب و خوبصورت ہی نہیں مضبوط و پائیدار بھی ہوگی۔

مفسرینِ کرام کے نزدیک قوّامیت کا مفہوم

مفسرینِ کرامؒ نے سورہ النساء کی مذکورہ سابقہ آیت کی تفسیر میں قوّامیت کا مفہوم اس آیت کے سیاق و سباق سے واضح کیا ہے۔ **علامہ طبریؒ** جامع البیان میں لکھتے ہیں:۔

> **"الرجالُ أَهلُ قيامٍ على نسائِهم، في تأديبِهن والأَخْذِ على أيديهن فيما يَجِبُ عليهن للّهِ ولأنفسِهم"**[6]

یعنیٰ مرد کی قوامیت سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی عورتوں کی تربیت، اصلاح، اور ان کی دینی واخلاقی ذمہ داریوں کی نگرانی کا اہل اور ذمہ دار ہوتا ہے[7]

یہ حاکمیت اور مالی وجسمانی برتری نہیں بلکہ مرد پر عورت کی کفالت، حفاظت اور اصلاح کی ذمہ داری ہے اور یہ تبھی ممکن ہے جب مرد، عورت راہِ راست پر چلنے اور غلط طریق سے روکنے کا مجاز ہو جس طرح ایک حاکم پر اس کی رعایا کی ذمہ داری کے ساتھ اس پر اختیار حاصل ہوتا ہے چنانچہ علّامہ زمخشریؒ سورہ النساء کی آیت 34 کی تفسیر میں فرماتے ہیں

"یقومون علیھن آمرین ناھین کما یقوم الولاۃ علی الرعایا وسموا قواما"[8]

حافظ ابنِ کثیرؒ کے نزدیک بھی مرد کے قوّام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کا ذمہ دار ہے، اس کا سربراہ ، اس پر حاکم اور انحراف کی صورت میں اس کی تادیب کرنے والا ہے۔[9]

علّامہ القرطبیؒ نے آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں قوام کے معنیٰ مزید وضاحت سے بیان کرتے ہیں ان کے مطابق قوّام قیام سے ہے کسی چیز پر قائم رہنا، اس میں تنہا غور وفکر کرنا اور اسے محنت سے محفوظ رکھنا 'قیام' کہلاتا ہے۔ پس مردوں کا عورتوں پر قوام ہونا اسی حد تک ہے، یعنی مرد اس (عورت) کے معاملات کی تدبیر کرے، اس کی تربیت و اصلاح کرے، اسے اس کے گھر میں روکے رکھے، اور اسے باہر نکلنے سے باز رکھے۔ اور عورت پر لازم ہے کہ وہ مرد کی اطاعت کرے اور اس کے حکم کو قبول کرے جب تک کہ وہ حکم کسی معصیت (گناہ) پر مشتمل نہ ہو۔ اور اس قوامیت کی علت مرد کی فضیلت، نان ونفقہ (خرچ)، عقل، جہاد میں قوت، میراث، اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں اس کی اہلیت ہے[10]، یہی موقف **علامہ النسفی** کا ہے[11]۔ تفسیرِ جلالین میں اسکے لئے **متسلطین**[12] کا لفظ استعمال کیا ہے یعنیٰ مسلط کیا گیا۔

گزشتہ صدی کے عربی واردو تفسیری ادب کا جائزہ لیا جائے تو عرب مفسرین[13] اور برصغیر کے اردو مفسرین[14] کی رائے میں اس کا مفہوم سربراہ یا کار فرما، ذمہ دار ہے۔

پیر کرم علی شاہ الازہری لفظ قوّام کی تعریف بڑی جامعیت سے بیان کرتے ہیں ضیاء القرآن میں وہ لکھتے ہیں۔

"کسی چیز کی ضروریات کو مہیا کرنے والے، اس کی نگہبانی اور حفاظت کرنے اور اس کی اصلاح و درستگی کے ذمہ دار کو عربی میں قوام کہا جاتا ہے، جیسے ہر فوج کا ایک کمانڈر اور ہر مملکت کا ایک فرمارواہونا ضروری ہے جو نظام قائم رکھے اور فوج اور رعایا اس کے حکم کی تعمیل کرے اس طرح گھر کی ریاست کا بھی حاکم اعلیٰ ہونا چاہیے جو گھر کی تمام ضروریات کا کفیل اور اس کی خوشحالی کا ذمہ دار ہو اور اس کے احکام کی اطاعت کی جائے ورنہ گھر کی یہ مختصر مگر اہم ریاست کا سکون واطمینان برباد ہو کر رہ جائے گا۔[15]

قوّامیت میں شامل امور

معنٰی و مفہوم کی بحث میں متقدمین و متاخرین، معتمد مفسرین و اہل لغت کے اقوال و آراء کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو ان امور تک فہمِ انسان کی رسائی بخوبی ہو جاتی ہے جو قوّامیت میں شامل ہیں۔ مرد عورت کی تربیت، حفظ و دفاع، اخلاقی و دینی ذمہ داریوں کی نگرانی پر مامور ہے چنانچہ جہاں ایک راعی و مربّی کے طور پر معاشی تحفظ کے بھاری بوجھ کا حامل ہے وہاں اس کی جان و عصمت کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اللہ رب العزت نے اس کو سونپی ہے اور اسے اخلاقی و دینی امور کا نگران بنایا ہے۔ دقتِ نظری سے دیکھا جائے تو اس سے تمام مقاصدِ شریعہ کا حصول ممکن ہے اسی لئے اللہ نے مرد کی اس حیثیت کے لئے قوّام کا جامع لفظ استعمال کیا ہے مکلف یا حاکم نہیں لایا گیا۔ جب وہ اپنی زیرِ کفالت عورت کو مالی ضروریات مہیا کرتا ہے تو وہ اس کی جان، مال عزت و آبرو کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے کیونکہ نا تو عورت اتنی قوی ہے کہ گھریلو مشغولیت کے ساتھ مالی ضروریات کے لئے معاشی سرگرمیوں میں حصہ لے سکے اور بیرونِ خانہ نکلنے سے اس کی اخلاقی و دینی ذمہ داریوں میں خلل کا امکان ہو سکتا ہے اس لئے مردوں کو ان کا نگران بنایا گیا ہے اگر عورت اپنی ذمہ داری سے لاپرواہی برتتے یا سرکش رویہ اختیار کرے تو مرد ایک حاکم کی طرح اس کو پابند کر سکتا ہے کیونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر امت مسلمہ کا خاصہ ہے جس پر عمل کرنا بحیثیتِ قوّام اس پر لازم ہے

قوّامیت کا دائرہ

سورت النساء میں عورتوں پر مرد کی قوّامیت کے بیان سے عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ قوّامیت صرف زوجہ تک محدود ہے حالانکہ اس میں النساء کا لفظ صرف بیوی تک محدود نہیں بلکہ ہر وہ عورت جو کسی طور مرد سے قریبی تعلق رکھتی ہے اور اس کی ذمہ داری اس مرد پر ہے اس دائرہ میں آتی ہے خواہ وہ ماں ہو، بہن ہو (غیر شادی شدہ / بیوہ و طلاق یافتہ)، بیٹی ہو یا بیوی سبھی شامل ہیں۔ اگرچہ قرآن میں نساء کا لفظ بیوی کے لئے بھی آیا ہے لیکن متعلقہ آیت کا سیاق اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ یہ لفظ یہاں بیوی کے ساتھ خاص نہیں، رجال اور نساء دونوں لفظ انسانوں کی دو انواع کے لئے استعمال ہوئے ہیں[16] کیونکہ اس سے ما قبل آیت میں وراثت کے حصے مقرر کرنے کا ذکر ہے اور آیت کے آخری حصہ فضیلت کا ایک سبب مردوں کا عورتوں پر مال خرچ کرنا بتایا ہے، وراثت میں اللہ نے مرد کا عورت سے دوگنا حصہ مقرر کیا ہے اس کا سبب یہ بتایا کہ وہ ان عورتوں پر مال خرچ کرتا ہے جو اس کی کفالت میں ہیں، ماں، بہن، بیٹی و بیوی سبھی اس میں شامل ہیں، وہ سب کا نگران و نگہبان ہے۔

قوامیت کی اساس

خاندان میں قوامیت کی تین صورتیں ممکن ہیں یا تو مرد کو نگران بنایا جائے یا عورت نگران ہو، یا دونوں ہی ذمے دار اور نگران قرار دیے جائیں۔ پہلی صورت قوت فکر اور دوسری قوت جذبہ رکھتی ہے منصب قوامیت کے لیے فکر زیادہ موزوں ہے۔[17] مزید بر آں اللہ حکیم نے قوّامیت کی اساس کی توضیح خود اسی آیت کے اگلے حصے میں کر دی ہے جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

قوامیت کی اساسِ اوّل، افضلیت

خالق کائنات نے عورت اور مرد کو جداگانہ قوتیں ودیعت تو کی ہیں۔ مگر ان میں توازن و تناسب بھی رکھا ہے۔ تاکہ وہ اپنے اپنے فرائض زندگی اس طریقے سے ادا کرتے رہیں کہ ان میں سے کسی ایک صنف کی انا مجروح نہ ہو اور نہ ہی اس کی حق تلفی ہو۔ چنانچہ سورہ النساء کی آیت کا یہ ٹکڑا ﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ[18] ﴾

مفسرین کرام نے مرد کی افضلیت کی دو اقسام بیان کی ہیں ایک وہ افضلیت ہے جو وھبی ہے وہ اس کا عورتوں پر عقل و دین، تکمیلِ عبادات، نبوت وولایت اور جہاد میں شرکت[19] کے علاوہ فضائلِ عبادات میں شرکت (جمعہ و جماعات) کو بھی قرار دیا ہے[20]۔ اور اسی طرح مرد کو جن خصوصیات سے نوازا گیا ہے، ان میں سختی، مضبوطی، دیر سے متاثر ہونا اور ردِ عمل دینے میں تاخیر، نیز حرکت واقدام سے قبل غور و فکر اور شعور کا استعمال شامل ہے، یہ سب وھبی افضلیت میں شامل ہے جو مرد کو مقامِ قوّامیت سے سرفراز کرتی ہیں، اس لیے کہ اس کی تمام ذمہ داریاں —ابتدائی دور میں شکار کے عمل سے لے کر، بیوی اور بچوں کی حفاظت کے لیے جنگ کرنے، معاش کے بندوبست کرنے اور زندگی کی باقی تمام مشقتوں تک —ایسی تھیں جن کے لیے یہی خصوصیات درکار تھیں[21]۔ قوام کا لفظ صرف عملی بندوبست کو بتاتا ہے نہ کہ اخلاقی معنوں میں فضیلت یا امتیاز کو۔ اور جہاں تک رتبہ اور درجہ کا تعلق ہے تو اس اعتبار سے عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں دونوں یکساں طور پر برابر کے عزت اور احترام کے مستحق ہیں۔

قوامیت کی اساس دوم

مرد کو عورت پر قوام بنانے اور فضیلت حاصل ہونے کی دوسری بنیادی وجہ یا بنیادی اساس سورۃ النساء کی اس آیت میں آگے اب الفاظ میں بیان ہوئی ہے ﴿وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾[22] اور یہ قوامیت و فضیلت اس سبب پر بھی ہی کہ مرد اپنا مال

خرچ کرتے ہیں۔افضلیت کی یہ صورت کسبی ہے۔علامہ محمود آلوسی کی رائے میں عورت پر مرد کی قوامیت کا سبب جو ﴿وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ میں مذکور ہے وہ مہر اور نفقہ ہیں۔[23]

علّامہ ابو بکر جصاص ؒ اس کی وضاحت یہ کرتے ہیں کہ یہ آیت مردوں پر عورتوں کے نفقہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے[24]۔ اگر مرد عورت پر اپنا مال خرچ نہیں کرتا اور وسعت وطاقت رکھنے کے باوجود خرچ نہیں کرتا یا اخراجات کی ادائیگی کے لیے تنگ دو ہی نہیں کرتا تو گویا وہ قوام نہیں رہے گا۔اس آیت کا یہ حصہ ﴿وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ خاندان (بیوی بچوں) کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر ہے نان ونفقہ اس کے ذمہ ہے، عورت پر یہ بار نہیں ڈالا گیا۔ مہر مرد ادا کرتا ہے عورت پر یا عورت کے خاندان پر اس قسم کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے، شادی کی خوشی میں دعوت ولیمہ کرنا لڑکے والوں کے ذمہ ہے۔ تمام سامان امور خانہ داری کی فراہمی بھی لڑکے یا اس کے خاندان والوں پر ہے لڑکی والے اس سے بری ہیں۔

حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ قوی اور کامل شخص کو کمزور جنس کی بنیادی ضرورتوں کی فراہمی کا پابند بنایا جائے اور مرد کے لیے اپنی عورتوں کے نان ونفقہ اور ضروریات زندگی کی فراہمی کا انتظام کرنا ضروری قرار دیا جائے۔

قوامیت کے مقاصد

1۔پرسکون گھر

اللہ رب کریم مدبّر کل کائنات ہے جس میں انسان کو خلافت کی خلعت سے نوازا، اس کو اس جہاں میں اسباب کے ساتھ بسایا ہی نہیں بلکہ حسنِ معاشرت کے اصول بھی عطا کئے جو ایک خوشگوار، سہل و باسرور خانگی زندگی کی ضمانت ہیں ان میں ایک اہم اصول افراد خانہ کی حیثیت کا تعین ہے ہر شخص کو اس کی اہلیت واستطاعت کے مطابق مقام عطاء کیا گیا ہے اور ہر ایک کا اپنا الگ دائرۂ عمل ہے جس کے مطابق مرد کو سربراہ بنا کر بیرونِ خانہ معاشرتی ومعاشی سرگرمیاں سونپ دیں اور عورت کو اندرون خانہ اس کی معاون کے طور پر گھر کی خدمت وحضانتِ اولاد کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ جب تک خاندان کے افراد اس اصول پر عمل کرتے ہیں وہ گھر جنت کا گوشہ ہے۔

2۔ نظمِ معاشرہ اور مقاصدِ شریعہ کا حصول

کوئی انسان اسی وقت خوشحال وخوش وخرم زندگی گزار سکتا ہے جب گھر سے باہر بھی امن وسلامتی ہو محبت، ہمدردی، خلوص اور پاکیزہ ماحول ہو اور یہ تبھی ممکن ہے جب خاندانی نظام مضبوط ہو سربراہ فی الحقیقت قوّام ہو، ہر فرد خصوصاً خواتین خیر وحق میں اس کے تابع ہوں برے اخلاق سے مبرا ہوں تاکہ معاشرتی نظم قائم ہو۔ ہمیشہ یہ دیکھا گیا ہے کہ سماجی اقدار کی پامالی بدنظمی اور

معاشرتی تنزلی کو فروغ دیتی ہے اور یہ سلسلہ خاندان سے ہی شروع ہوتا ہے اسی لئے اللہ نے خاندان کے ادارے کو مضبوط کرنے کے لئے قوامیت کا اصول دیا ہے

قوامیتِ رجال سے متعلق اختلافی نقطہ نظر

قوّامیتِ رجال کے اسلامی تصور کے بیان کے بعد اختلافی رائے کو بیان کیا جارہا ہے تا کہ قاری اس کی غلط تشریح و توجیہات کو سمجھ سکے اگرچہ کئی لوگوں نے اختلاف و اعتراضات کئے ہیں لیکن یہاں صرف غلام احمد پرویز کی فکر کو بیان کیا گیا ہے۔

غلام احمد پرویز کے نزدیک قوّامیت مرد کی عورت پر بالادستی کا نام نہیں مرد کا عورت پر مال خرچ کرنا اس کی عورت پر برتری کا سبب نہیں بلکہ اس کی ذمہ داری ہے جس کے لئے اس کو قوّام کہا گیا ہے ورنہ مرد چونکہ کماتا ہے اور اس کی کمائی عورت پر صرف ہوتی ہے، اس لیے مرد کو عورت پر افضلیت حاصل ہے۔ اگر یہ اصول صحیح مان لیا جائے کہ کمانے والوں کو کھانے والوں پر افضلیت حاصل ہوتی ہے تو بڑے بڑے مفکرین مدبرین اور موجدین پر کاشتکاروں کو ہمیشہ افضلیت ہونی چاہیے اور میدان جنگ میں لڑنے والے مجاہدین کا درجہ مزدوروں سے بہت نیچا ہونا چاہیے۔ کیوں کہ مفکر، مدبر اور سپاہی اناج پیدا نہیں کرتے۔[25]

اس آیت مبارکہ میں کمانے والوں کی کھانے والوں پر برتری کو ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ عورتوں کی نسبت مردوں پر زیادہ ذمہ داریوں کا بار ڈال کر اسے راعی اور مکلف ٹھہرایا گیا ہے۔ مرد کو خاندان پر خرچ کرنے اور اس کے معاملات کو مستقیم رکھنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے اور وہ ان ذمہ داریوں کے لیے مسؤل ہے۔ مرد کی قوّامیت خاندان میں کوئی درجہ بندی نہیں ہوتی نا کوئی رئیس ہوتا ہے نا کوئی ماتحت بلکہ یہ ایک ذمہ دارانہ اختیار ہے جو لازمًا میاں بیوی میں سے کسی ایک کو دیا جانا چاہیے۔ چنانچہ یہ اختیار شوہر کو دیا گیا ہے اس کے فطری کام کی نوعیت کی بناپر، کیونکہ وہی خاندان کی زندگی کا پہلا ذمہ دار ہے اور مالی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی اسی پر ڈالا گیا ہے۔ جیسے علامہ الصابونی لکھتے ہیں"

و قوامة الرجل فی الاسرة لیست درجة رئاسیة اذا لایوجد فی الأسره رئیس و مروؤس بل هی مسئولیة سلطة لا بدأن تاط بأحد الزوجین فکانت للزوج لطبیعة عمله فهو المسؤل الأول عن حیاة الأسرة و علیه یقع عب ء التبعات المالیه[26]

اس تمام بحث کو ڈاکٹر زاکر نائیک نہایت مختصر اور خوبصورت انداز میں سمیٹ دیتے ہیں، ان کے مطابق:

مرد کو جو درجہ دیا گیا ہے اس کا تعلق حقوق سے نہیں، بلکہ فرائض سے ہے۔ اور جہاں تک قوام کے معنی کا تعلق ہے تو اس لفظ کے معنی یہ نہیں۔ کہ: مرد کو عورت پر ایک درجہ برتری یا فضیلت حاصل ہے بلکہ یہ ہے کہ مرد کی ذمہ داریاں ایک درجہ زیادہ ہیں۔[27]

نظم معاشرہ کا تصور

قوّامیتِ رجال کا ایک اہم مقصد نظم معاشرہ ہے اس لئے آئندہ سطور میں اس کی اہمیت و ضرورت کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ نظم معاشرہ "کا تصور ایک منظم اور مربوط معاشرتی نظام کی تشکیل سے متعلق ہے جس میں افراد، ادارے، اور معاشرتی گروہ ایک خاص ترتیب اور اصولوں کے تحت زندگی گزاریں۔ یہ تصور اس بات پر زور دیتا ہے کہ ایک معاشرہ بہتر انداز میں چلانے کے لیے قانون، اصول، روایات، اور اخلاقی ضوابط کا ہونا ضروری ہے تاکہ ہر فرد اور گروہ اپنے حقوق اور فرائض کے توازن میں رہے۔

نظم معاشرہ کے اہم عناصر

نظم معاشرہ کے درج ذیل عناصر ہیں۔

* معاشرتی نظم کے قیام کے لیے واضح قوانین اور ضابطے اہم ہوتے ہیں جو ہر شہری پر لاگو ہوں۔
* قانون کی حکمرانی کو یقینی بنانے کے لیے عدلیہ کا مضبوط نظام ہونا ضروری ہے۔
* شہریوں کو نظم وضبط کی اہمیت سے آگاہ کرنے کے لیے تعلیم وتربیت کا منظم نظام اہم ہے۔

معاشرتی نظم کے لیے افراد میں اخلاقی اقدار کا فروغ ضروری ہے، تاکہ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ نظم معاشرہ کا مقصد فرد اور معاشرے کے درمیان ایک توازن قائم کرنا ہے تاکہ ہر کوئی اپنی ذمے داریوں کو سمجھ سکے اور معاشرتی زندگی میں باہمی احترام اور امن قائم رہے۔

معاشرتی نظام کی بنیاد

فطرت کا قانون انسانی زندگی کے لیے بھی مطلوب ہے۔ قرآن جو خالق فطرت کی کتاب ہے، اس میں ارشاد ہے

﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ﴾[28]

اسی اصولی تنظیم پر انسانی زندگی کا پورا نظام چل رہا ہے۔ قوّامُونَ کا مطلب یہ نہیں کہ مرد افضل ہے اور اس کے مقابلہ میں عورت غیر افضل ہے بلکہ مرد کی بعض صلاحیتوں کے سبب اس کو گھر کے داخلی مجموعہ میں نگران و منتظم کی ذمہ داری دی گئی ہے تاکہ خاندان کا نظام اسی طرح درست طور پر چل سکے جس طرح بقیہ کائنات اسی اصول تنظیم کو اختیار کر کے چل رہا ہے۔[29]

چنانچہ اگر ہم بحیثیت امت مسلمہ اس عائلی ادارے کی اصلاح کے خواہاں ہیں اور اس ادارے کو داخلی انارکی سے بچانا چاہتے ہیں تو ہمیں قوامیت رجال کے اس حقیقی تصور کو اجاگر کرنا ہوگا۔

قوامیت اور عصر حاضر

عائلی زندگی کی بہتری کے لیے مردوں کو محافظ و نگہبان بنایا گیا۔ انہیں عورتوں کے معاملات کی نگہبانی سونپی گئی۔ خرچ کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی تاکہ عورت اس کی زیر بار رہے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے، کہ مردوں نے اپنے حقوق کا تحفظ تو کر لیا لیکن صنف نازک کے معاملے میں افراط و تفریط کا شکار ہو گئے۔ مولانا اشرف علی تھانوی اس بات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں: مرد یہ چاہتے ہیں کہ بیوی پر اس طرح کا رعب جمائیں جس طرح نوکر پر جمایا کرتے ہیں یہ نہایت سنگ دلی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس تعلق کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔[30]

آج ہمارے معاشرے میں دو متضاد رویے نظر آتے ہیں ایک طرف بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا پلڑا ہلکا ہو گیا ہے شوہر اپنی قوامیت کے مظاہرے کے لیے ہر وقت آمادہ نظر آتے ہیں لیکن حسن سلوک کے معاملے میں تہی دست ہیں۔ یہ معاملہ درست نہیں ہے، اہل و عیال کے ساتھ جس حسن سلوک کی نبی کریم ﷺ نے تلقین فرمائی اس کا فقدان ہے۔ اس کے رد عمل کے طور پر ایک دوسرا احساس جنم لیتا ہے جس کو ابھار کر عورتوں کی سرکشی و بغاوت پر آمادہ کیا جاتا ہے، جو ایک منظم معاشرے کی موت پر منتج ہوتا ہے۔

اسلام کی راہِ اعتدال

دین اسلام نے عائلی زندگی سے متعلق جو ہدایات و تعلیمات دی ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو ایک گھر جنت سے کم نہیں ہوتا، جہاں افراد خانہ خوشگوار زندگی بسر کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ [31]

اسلام نے مرد و عورت کو مساوی حقوق عطا کیے اگرچہ کہ ان کے دائرہ کار الگ الگ ہیں لیکن حقوق کی تقسیم منصفانہ کی گئی۔ ارشاد باری ہے: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[32]

زوجین کے مساوی حقوق کی وضاحت کے ساتھ اسلام نے مرد پر یہ ذمہ داری بھی عائد کی کہ وہ اپنے خاندان کی سربراہی کرے۔ اس ذمہ داری کے لیے قرآن نے "قوام"[33] یعنی سربراہ کا لفظ استعمال کیا، ساتھ ہی عورتوں کو پابند کیا کہ وہ اپنے شوہروں کی وفاشعار رہیں۔

اللہ ربّ العزت کا ارشاد ہے ﴿ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللَّهُ[34] ﴾ "پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور اپنے شوہروں کی غیر موجودگی میں اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔"

مرد وزن دونوں کے لیے صبر کی ہدایات ہیں۔ عورتوں کو اطاعت شعاری کا پابند بنایا گیا تو ساتھ ہی عورتوں سے حسن سلوک کے بارے میں مردوں کو حکم دیا گیا کہ ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾[35] "ان کے ساتھ بھلے طریقہ سے زندگی بسر کرو۔ اگر وہ تمھیں ناپسند ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند نہ ہو، مگر اللہ نے اسی میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔" عورت ناشزہ ہو، عورت کا نشوز زبان سے بھی ہو سکتا ہے اور عمل سے بھی اکثر فقہاء نے شرعی نشوز کی چند صورتیں بیان کی ہیں: مثال کے طور پر شوہر کی جنسی خواہش پوری کرنے سے انکار کر دینا، گھر سے بغیر کسی ضرورت کے نکلنا، شوہر کے کہنے کے باوجود زیب و زینت اختیار نہ کرنا، دینی فرائض سے غفلت برتنا وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ "نشوز" کا مفہوم اس سے زیادہ وسیع ہے۔ اس کا اطلاق ہر اس نافرمانی پر ہو گا جس کا سبب خود کو بڑا سمجھنا اور شوہر کے حکم سے سرتابی کرنا ہو۔[36] قرآن میں "نشوز" کے لیے تدریجاً تین تدابیر بتائی گئی ہیں: (۱) انھیں سمجھائیں بجھائیں۔ (۲) ان سے خواب گاہوں میں علیٰحدگی اختیار کر لی جائے۔ (۳) انھیں مار لگائیں۔ [37]

توجہ طلب بات یہ ہے کہ بہت ناگزیر حالات میں شوہر کو یہ اجازت ہے کہ وہ نہایت معمولی جسمانی سزا اپنی بیوی کو دے اور اس سزا کا مقصود مقصود محض تادیب ہے نہ کہ تشدد۔ اور اس معاملہ میں حد سے زیادہ احتیاط برتنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اسلام نے بیویوں سے نفرت نہ کرنے اور صرف ان سے اچھا سلوک کرنے سے متعلق ہدایات ہی نہیں دیں بلکہ واضح و صریح احکام کے ذریعے مردوں کو تشدد و ظلم سے بھی روکا۔

قوامیت رجال کی تحدید احادیث کی روشنی میں

صنف نازک پر تشدد نہ کرنے کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات موجود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زمعہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا يجلد أحدكم امر أته جلد العبد ثم يجامعها فى آخر اليوم38

"تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو اس طرح نہ مارے جس طرح غلام کو مارتا ہے، کیوں کہ پھر دن گزرنے کے بعد اس کے ساتھ شب باشی کرے گا۔"

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ابو جہمؓ نے حضرت فاطمہؓ بنت قیس فہری کو نکاح کا پیغام دیا تو حضرت فاطمہؓ نے اس بارے میں آپ ﷺ سے مشاورت طلب کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ابو جہمؓ تو اپنے کاندھے سے لاٹھی کو علیحدہ نہیں کرتے۔ لہذا آپ ﷺ نے انہیں ابو جہمؓ سے نکاح کرنے کی رائے نہ دی۔[39]

خلاصہ کلام

دین اسلام ایک کامل دین ہے اس کے تمام احکامات و تعلیمات میں توازن واعتدال موجود ہے۔ اسلام نے معاشرتی نظام کی اصلاح اور نظم و ضبط بر قرار رکھنے کے لئے اس کے بنیادی ستون کو مضبوط کیا ہے اور مرد و عورت کو اس کی صلاحیتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان کے دائرہ کار متعین کر دیئے ہیں اور ہر فرد کی زندگی اسی دائرہ میں چل رہی ہے اس نظامِ زیست کو صحیح سلامت چلانے کے لئے اس کا ایک مرکز قائم کیا ہے جو اس کی درستگی کے لئے ضروری ہے مرد کی جسمانی ساخت، قلب و جذبات پر کنٹرول اور اعلیٰ حوصلہ کی وجہ سے اس کو سربراہ و نگہبان مقرر کیا اور عورت کی نزاکت کے باعث اس کو معاشی و دیگر مشکل معاملات سے آزاد کر کے گھر کی ملکہ بنا دیا۔ اسلام صنفِ نازک پر ظلم و تشدد کی اجازت نہیں دیتا۔ اور نا ہی عورت کو بغاوت و نافرمانی کی اجازت دیتا ہے الا یہ کہ وہ منکرات و فواحش کا حکم دے۔ مرد کی قوّامیت صرف اس کی بیوی تک محدود نہیں بلکہ تمام عورتیں جو اس پر حق رکھتی ہیں وہ سب کا قوّام ہے ان کے قیام و بقاء کا ضامن۔ اگر ہر مرد اپنی اس حیثیت کو اسلامی تعلیمات کے تحت رکھ کر چلتا ہے تو نا صرف اس کا گھر امن و سلامتی گہوارہ بن جائے گا بلکہ پورا معاشرہ بد نظمی و اخلاقی و معاشرتی برائیوں سے پاک ہو جائے گا۔

نتائج:

1۔ قوامیت کے اصول پر عمل پیرا ہونا معاشرتی استحکام اور جرائم کی روک تھام میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے، کیونکہ یہ معاشرتی ڈھانچے کو متوازن رکھتا ہے۔

2۔ قوامیت مرد کو اپنے خاندان کی معاشی ضروریات پورا کرنے کا پابند بناتی ہے، جس سے خاندان کی کفالت اور فلاح و بہبود یقینی ہوتی ہے۔

3۔ قوامیت کا مؤثر نفاذ تب ہی ممکن ہے جب اس کے اصولوں کو سمجھ کر معاشرتی ڈھانچے میں حکمت اور صبر سے نافذ کیا جائے۔

4۔ قوامیت کا تصور عدل کے ساتھ جڑا ہوا ہے، جہاں ہر شخص کو اس کی ذمہ داریوں اور حقوق کے مطابق مقام دیا جاتا ہے۔

5۔ قوامیت کا مطلب عورت پر مرد کی حاکمیت نہیں، بلکہ ایک متوازن معاشرتی نظام کی تشکیل ہے۔

تجاویز وسفارشات

1۔ قوامیت کا درست مفہوم اور اس کی اسلامی تشریح کو واضح کیا جائے۔

2۔ مردوں کو قوامیت کے ساتھ آنے والی ذمہ داریوں اور فرائض کا شعور دیا جائے۔

3۔ خواتین کے حقوق اور قوامیت کے درمیان توازن کو نمایاں کیا جائے۔

4۔ معاشرتی نظم میں قوامیت کے مثبت اثرات پر روشنی ڈالی جائے۔

5۔ قوامیت کے بارے میں موجودہ غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جائے۔

7۔ مردوں کی تربیت کے لیے تعلیمی اور دینی اداروں میں تربیتی پروگرام شروع کیے جائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حوالہ جات

1 Al-Qur’an,04: 34

[2] Ibn-e-Manzur, Muhammad bin Makram, al-Afrīqī, (711H), Lisān al-ʿArab, Māddah: Qawm, Beirut, Dār Ṣādir, (s.n.), V: 12, P: 496

3 Ibid

4 Al-Rāghib, Abū al-Qāsim, Ḥusayn bin Muḥammad, al-Iṣfahānī, (w. 504H), al-Mufradāt fī Gharīb al-Qurʾān, Beirut, Dār al-Qalam, 1412 AD,P: 690

[5] Islāḥī, Amīn Aḥsan, Maulānā, Tadabbur-e-Qurʾān, Lahore, Fārān Foundation, 2009, V: 2, P: 291

[6] Al-Ṭabarī, Abū Jaʿfar Muḥammad bin Jarīr (w. 310H), Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān, Qāhirah, Dār al-Hijr, 2001, V: 6, P: 686

[7] Al-Baghavī, Abū Muḥammad al-Ḥusayn bin Masʿūd, (w. 510H), Maʿālim al-Tanzīl fī Tafsīr al-Qurʾān, Dār Ṭayyibah li-al-Nashr wa al-Tawzīʿ, 1997, V: 2, P: 207

[8] Al-Zamakhsharī, Abū al-Qāsim, Maḥmūd bin ʿUmar, (538H), al-Kashshāf ʿan Ḥaqāʾiq al-Tanzīl wa ʿUyūn al-Aqāvīl fī Wujūh al-Taʾwīl, Beirut, Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, (s.n.), V: 1, P: 537

[9] Ibn-e-Kathīr, Abū al-Fidāʾ, Ismāʿīl bin ʿUmar, ʿImād al-Dīn, (w. 774H), Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm, Beirut, Dār Kutub al-ʿIlmiyyah, 1998, V: 2, P: 256

[10] Al-Qurṭubī, Abū ʿAbd Allāh, Muḥammad bin Aḥmad, (w. 671H), al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, Qāhirah, Dār al-Kutub al-Miṣriyyah, 1964, V: 5, P: 169

[11] Al-Nasafī, ʿAbd Allāh bin Aḥmad bin Maḥmūd, (w. 710H), Madārik al-Tanzīl wa Ḥaqāʾiq al-Taʾwīl, Beirut, Dār al-Qalam al-Ṭayyib, 1998, V: 1, P: 354

[12] Jalāl al-Dīn Muḥammad bin Aḥmad, al-Maḥallī, Jalāl al-Dīn ʿAbd al-Raḥmān bin Abī Bakr al-Suyūṭī, Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm, Dār Iḥyāʾ al-Kutub al-ʿArabiyyah, 1/76

[13] Ibn ʿĀshūr, Muḥammad al-Ṭāhir, (w. 1973), al-Taḥrīr wa al-Tanwīr, Tūnis, Dār al-Tūnisiyyah li-al-Nashr, 1984, V: 5, P: 38 /Muḥammad Rashīd bin ʿAlī Riḍā, (w. 1935), al-Manār, al-Hayʾah al-Miṣriyyah al-ʿĀmmah, 1990, V: 3, P: 55

[14] Islāḥī, V: 2, P: 291/Maudūdī, Abū al-Aʿlā, Maulānā, Tafhīm al-Qurʾān, Lahore, Idārah Tarjumān al-Qurʾān, V: 1, P: 349/Daryābādī, ʿAbd al-Mājid, Maulānā, Tafsīr-e-Mājidī, Lahore,

Urdu Pāk Company, V: 1, P: 224/Muḥammad Shafīʿ, Muftī, Maʿārif al-Qurʾān, Karāchī, Idārah al-Maʿārif, V: 2, P: 396
15Al-Azharī, Karam Shāh, Ḍiyāʾ al-Qurʾān, Ḍiyāʾ al-Qurʾān Publications, Lahore, 1/34
[16] Ibn ʿĀshūr, al-Taḥrīr wa al-Tanwīr, V: 5, P: 38
17 Muḥammad Quṭb, Islām aur Jadīd Māddī Afkār, mutarjim: Sajjād Aḥmad Kāndhlawī, Islamic Publications, Lahore, P: 405
18 Al-Qur'an,04: 34
[19] Al-Nasafī, Madārik al-Tanzīl, V: 1, P: 354/Ālūsī, Maḥmūd, ʿAllāmah, Rūḥ al-Maʿānī, Lubnān, Beirut, Idārah al-Ṭibāʿah al-Manīriyyah, V: 5, P: 23
20 Al-Baghavī, Maʿālim al-Tanzīl fī Tafsīr al-Qurʾān, V: 2, P: 207
21 Al-ʿAkk, Khālid ʿAbd al-Raḥmān al-Shaykh, Bināʾ al-Usrah al-Muslimah, Dār al-Maʿrifah, Beirut, Lubnān, 1998, P: 19
22 Al-Qur'an,04: 34
23 Ālūsī, Maḥmūd, Rūḥ al-Maʿānī, 5/23
[24] Al-Jaṣṣāṣ, Abū Bakr Aḥmad bin ʿAlī, (w. 370H), Aḥkām al-Qurʾān, Beirut, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 1994, V: 2, P: 236
25Parvēz, Ghulām Aḥmad, Maṭālib al-Furqān, Lahore, Idārah Ṭulūʿ-e-Islām, 1979, V: 1, P: 364
26Al-Ṣābūnī, ʿAbd al-Raḥmān, Niẓām al-Usrah wa Ḥall Mushkilātihā, al-Qāhirah, Maktabah Waḥbah, 1983, P: 46
27 Zākir Nāʾik, Ḍākṭar, Islām meṅ Khawātīn ke Ḥuqūq – Jadīd yā Farsūdah, mutarjim: Sayyid Imtiyāz Aḥmad, Dār al-Nawādir, Lahore, 2006, P: 37, 38
28 Al-Qurʾān, 43:32
29 ʿAurat Miʿmār-e-Insāniyyat, Waḥīd al-Dīn Khān, Goodword Books, Naʾī Dihlī, India, 2012, P: 8
30 Ifādāt, Thānvī, Ashraf ʿAlī, Tuḥfat al-Zawjayn, P: 38
[31]Al-Qurʾān,3:21
32 Al-Qurʾān,2:227
33 Al-Qurʾān,4:34
34 Ibid
[35] Al-Qurʾān,4:19
36 Shaykh Rashīd Riḍā, Tafsīr al-Manār, 5/76
37 Al-Qurʾān,4:34
38 al-Bukhārī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Ismāʿīl, al-Jāmiʿ al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar min Umūr Rasūl Allāh ﷺ wa Sunanih wa Ayyāmih, Kitāb al-Nikāḥ, Bāb: Mā Yukrahu min Ḍarb al-Nisāʾ, Raqm al-Ḥadīth: 5240, Dār Ibn Kathīr, Dār al-Yamāmah, Dimashq, 1414H
39 Muslim bin Ḥajjāj, al-Nayshāpūrī, al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar binaql al-ʿAdl ʿan al-ʿAdl ilā Rasūl Allāh ﷺ, Kitāb al-Ṭalāq, Bāb: al-Muṭallaqah Thalāthan Lā Nafaqah Lahā, Beirut, Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī-